10 روزہ
اصلاح المسلمین
شمارہ نمبر 7 : 11 مئی 2018
شعبان
نارتھ کراچی
جامعہ اسلامیہ فاروقیہ
کیا آپ اپنی تجارت کو بابرکت بنائیں گے؟
مؤمن کے چار خزانے
پڑوسیوں کے حقوق
رمضان کس طرح قیمتی بنائیں؟
تجارت میں برکت کے نسخے
ایک بیوی کا اپنے شوہر کو تسلی دینا
فری PDF رسالہ +923018286712
کے لئے وٹس ایپ کریں +923322552943

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک گذارش

۱۰روزہ اصلاح المسلمین کی پی ڈی ایف فائل اپنے کم از کم بیس احباب کو بذریعہ وھٹس ایپ، فیس بک، میسینجر ،گوگل ڈرائیو۔ افادہ عام اور صدقہ جاریہ کی نیت سے ضرور شیئر کریں۔

دس روزہ اصلاح المسلمین کی پی ڈی ایف فائل کو حاصل کرنے کے لیے:

جامعہ اسلامیہ فاروقیہ نارتھ کراچی کے فیس بک پیج کا لنک:

Www.facebook.com/JifSec9

ایڈیٹر دس روزہ اصلاح المسلمین کے فیس بک کا لنک:

Facebook.com/This.Is.H.Qureshi

معروف پبلشنگ ویب سائیٹ ایشوو کا لنک:

Https://issuu.com/hameedqurashi

معروف پبلشنگ ویب سائیٹ کا لنک:

Https://archive.org/details/@hameed_qureshi390

القرآن

فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ (آل عمران:۱۸۵)

ترجمہ: کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش جہنم سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔

جاہلیت جدیدہ کے ہاں کوئی بھی فرد کامیاب و کامران اس وقت گنا جائے گا جب وہ ترقی کر رہا ہو، اس کے سرمایے میں اضافہ ہو رہا ہو اور وہ آزادی اور مساوات کی اَقدار میں آگے بڑھ رہا ہو۔ جبکہ اسلام کی نظر میں کوئی شخص اس وقت کامیاب و کامران گنا جاتا ہے جب وہ دنیا میں ہدایت اور آخرت میں نجات پانے والا بن جائے۔

الحدیث

الخلق عيال الله فأحب الناس إلى الله تعالىٰ من أحسن إلى عياله

(کنز العمال، کتاب الزکاۃ، الباب الثانی، رقم الحدیث:16167،6/164، دار الکتب)

ترجمہ: مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے پس لوگوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے پسندیدہ وہ شخص ہے، جو اس کے عیال کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔

عرضِ مدیر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ

اللہ کا بڑا کرم ہوا کہ ہمیں اپنی زندگی میں اس سال پھر یہ مبارک مہینہ اور اس سے بارآور ہونے کا موقع میسر آرہا ہے، کتنے ہی احباب ایسے ہیں جو اس دوران میں ہم سے بچھڑ گئے، اللہ کو پیارے ہو گئے، ہم ان کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں...... مگر اپنے لیے ہم اس بار اس مہینے کو...... رمضان کو اپنے لیے دنیا کی برکتیں سمیٹنے، آخرت کی عافیتیں بٹورنے اور سب سے بڑھ کر اللہ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنا سکتے ہیں۔

رمضان اور قرآن کا تعلق بڑا ہی گہرا ہے۔ اس رمضان میں دو کام کیجیے: یہ تہیہ کیجیے کہ اس رمضان میں قرآن کی تلاوت اور ختم قرآن کے ساتھ قرآن کو درست طور پر پڑھنے کا آغاز کریں گے۔ اس کے لیے اپنی مسجد کے امام صاحب سے مشورہ کر لیجیے۔ دوسرے قرآن کو سمجھنے کا آغاز کیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے کیا کہہ رہے ہیں اور وہ آپ سے مسلمان کی حیثیت سے کیسی زندگی کے طالب ہیں۔ اس سلسلے میں علما کرام سے راہ نمائی لے لیجیے۔

ائمہ حضرات اور علمائے کرام سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ وہ ان دو باتوں کی ترغیب اپنے ہاں آنے والے مجموعے کو ضرور دیں اور ہو سکے تو سارا سال کی کوئی ترتیب بنانے کا آغاز کر دیں تاکہ رمضان کی ان بھرپور ساعتوں میں مسلمانوں میں جو بھرپور جذبہ پیدا ہوا ہے، وہ رمضان کے وسط یا اخیر تک ٹھنڈا نہ پڑ جائے بلکہ جذبے کی اس حرارت سے اس طرح کام لیا جائے کہ وہ سارا سال قرآن سے وابستہ رہیں۔ یہ آپ کو سوچنا ہے کہ رمضان میں مسجد کو آباد کرنے والا مسلمان کیوں کر رمضان کے بعد بھی مسجد سے جڑا رہے۔

رمضان کس طرح قیمتی بنائیں

1... سب سے پہلے پکی و سچی توبہ کریں، تاکہ گناہوں سے پاک وصاف ہو کر رمضان کے انوارات اور برکات سے مستفید ہو سکیں۔

2... اخلاص کے ساتھ روزہ کا اہتمام کریں۔ آج کل دین سے بہت دوری ہونے کی وجہ سے بعض مسلمان روزوں کو کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے اور اکثر روزہ چھوڑ دیتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ روزے اور رمضان کے تمام فضائل سامنے رکھتے ہوئے اور بندگی بجالاتے ہوئے اخلاص کے ساتھ روزوں کا اہتمام کریں۔

3... تراویح کا باجماعت اہتمام کریں...... کیوں کہ تراویح مغفرت کا ذریعہ ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قام رمضان إيماناً

واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه جس نے ایمان اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، تراویح کے واسطہ سے روزانہ اللہ کے چالیس مقاماتِ قرب حاصل ہوتے ہیں، سجدہ مقامِ قرب ہے، اور یہی سجدہ معراج کے دن تحفہ میں ملا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "الصلوٰۃ معراج المؤمن" فرما کر اس کو مؤمن کی معراج قرار دیا۔ اللہ ربّ العزت نے بڑے عجیب انداز سے اس بات کو قرآنِ کریم میں سمجھایا، فرمایا: "واسجد واقترب" کہ سجدہ کرو اور ہمارے قریب آجاؤ۔

4...تلاوت قرآنِ کریم کی کثرت کریں......رمضان اور قرآن میں ایک خاص مناسبت اور جوڑ ہے، اسی وجہ سے آپ ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم اس ماہِ مقدس میں اور دنوں کی بنسبت تلاوت کلامِ پاک کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک قرآن دن میں، ایک رات میں اور ایک تراویح میں، اسی طرح پورے رمضان میں اکسٹھ قرآن کریم کے ختم فرماتے تھے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ایک قرآن ختم فرماتے تھے۔

5...سنتوں اور نوافل کا اہتمام کثرت سے کریں......ایک تو اس وجہ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "من تقرب فيه بخصلة من الخير كان كمن أدى فريضة فيما سواه" رمضان میں نفل پر فرض کا ثواب ہوگا، دوسرا اس وجہ سے کہ جب نوافل کا اہتمام کیا جائے تو سنتوں پر پختگی ہوتی ہے اور جب سنتوں کا اہتمام کیا جائے تو فرائض پر پختگی ہوتی ہے، جب کہ رمضان میں ایک فرض کی ادائیگی سے ستر فرضوں کا ثواب ملتا ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن فرائض کی کمی کو نوافل سے پورا کیا جائے گا۔

والسلام

مولوی حمید الرحمٰن قریشی چیف ایڈیٹر ۱۰ روزہ اصلاح المسلمین

کیا آپ اپنی تجارت کو بابرکت بنائیں گے؟

قسط اول

محمد حذیفہ وستانوی

تجارت میں برکت کے نسخے:

الحمد للہ! اللہ کا احسان ہوا کہ اس نے ہمیں ایک ایسے دین سے وابستہ کیا جس نے اپنے ماننے والے کو زندگی گزارنے کے لیے عمدہ اصول بنائے، جس کو مدِّ نظر رکھ کر ہر آدمی اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنی زندگی کی کشتی کو کنارے لگا سکتا ہے، لہٰذا یہ ممکن نہیں ہوسکتا ہے کہ اسلام نے ہمیں ایسے طریقے نہ بتائے ہوں جس سے ہماری تجارت میں برکت ہو، تو آئیے ہم قرآن اور حدیث کی روشنی میں اور صحابہ واسلاف کے آثار میں اور بزرگوں کے تجربے میں ان کو تلاش کریں قرآن کریم چونکہ ہمارے لئے آسمانی گائڈنس ہے لہٰذا سب سے پہلے قرآن ہی میں اس کو تلاش کریں۔

تقویٰ:

قرآن میں ارشاد ہے: ومن يتق الله يجعل له مخرجا۔ یعنی جو شخص تقویٰ اختیار کرے تو اللہ اس کے لئے ہر مصیبت اور پریشانی سے نکلنے کی سبیل نکال دیتا ہے۔

پتا چلا کہ اگر ہم بھی اپنی تجارت میں ہونے والی پریشانی سے نکلنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے متقی یعنی اللہ سے ہر حال میں ڈرنے والے بن جائیں، اب تقویٰ کسے کہتے ہیں: اللہ کی چاہت اور مرضی پر چلنے کو، اور نا مرضیات سے بچنے کو، لہٰذا اگر ہم اپنی تجارت میں کذب بیانی دھوکا دہی، جھوٹی قسم، سود خوری رشوت خوری ظلم، غضب، چوری، خیانت، حرام چیزوں کی خرید وفروخت سے اجتناب کرتے ہیں، تو ہماری تجارت میں خود بخود برکتیں نازل ہونے لگیں گی۔

شکر:

لئن شكرتم لأزيدنكم اگر تم شکر گزاری کروگے تو میں ضرور بالضرور نعمتوں میں اضافہ کردوگا۔

اس آیت سے اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان جب تجارت کرے اور تجارت کے بعد جو کچھ بھی نفع مل جائے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے، تو اللہ تجارت

میں برکتوں کو نازل کرے گا لہٰذا جو بھی تھوڑا بہت ہاتھ لگے اس پر اللہ کا شکر بجالائے آپ کی تجارت میں خود بخود نفع بڑھنے لگے گا۔

صدقہ اور خیرات:

یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات اللہ رب العزت سود کو ملیا میٹ کردیتا ہے اور صدقات میں بڑھوتری کرتا ہے۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ سود کے ذریعہ اگرچہ ظاہری نظر سے مال میں بڑھوتری نظر آتی ہے، لیکن حقیقتاً وہ بڑھوتری اور اضافہ نہیں ہوتا بلکہ کمی ہوتی ہے، کیونکہ سود کے سبب مال اور جان پر جوکھم اور پریشانیاں پے درپے آتی رہتی ہیں اور وہ حرام کے مال کے ساتھ دوسرا مال بھی اس کے پیچھے خرچ ہوتا ہے۔ اللہ ہم سب کو سود جیسی تباہ کن بیماری سے حفاظت فرمائے۔آمین!

پھر قرآن آگے ارشاد فرمایا: ویربی الصدقات یعنی صدقات کو بڑھوتری دیتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ صدقہ خیرات دینے سے ظاہراً اگرچہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مال میں کمی ہوگئی، لیکن حقیقت میں مال میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ اللہ رب العزت صدقہ کی برکت سے مال میں برکتوں کو ڈال دیتا ہے، اور مالی پریشانی اور رزق میں تنگی کو دور کردیتا ہے یہ تو دنیا کا معاملہ ہے اور آخرت میں صدقہ کی نیکیاں پھر الگ ہوں گی اللہ رب العزت ہمیں اپنے راستہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

اور قرآن کی اس آیت کو آپ تاریخ کے آئینے پر پرکھ سکتے ہیں جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ صحابہ میں حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے راستہ میں بے دریغ اور بے حساب مال خرچ کیا تو ان کے مال میں اضافہ ہی ہوتا گیا اسی طرح عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے راستہ میں بے تحاشا مال خرچ کیا تو ان کے مال میں بھی کبھی ہم نے کمی کے بارے میں نہیں پڑھا بلکہ یہ لوگ ایسے تھے کہ ان کی دنیا بھی سنور گئی اور آخرت میں بھی اللہ کی جانب سے خوشنودی کا سرٹیفکیٹ مل گیا۔ان کے واقعات کو آپ سیرت صحابہ اور سیر الصحابہ وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔

ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ:

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: یا ایھا الذین اٰمنوا ھل أدلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب ألیم. یوٴمنون باللہ و رسولہ و تجاھدون فی سبیل اللہ بأموالکم و أنفسکم ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون

اے ایمان والو کیا میں تمہاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے وے۔اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو اگر تم یہ سمجھو یہ چیز تمارے حق میں بہتر ہے۔اس آیت میں اللہ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آوے اور پھر اپنی جان و مال کو اس کے راستے میں کھپا دیوے، پتا چلا کہ ایمان میں پختگی اور ثبات قدمی، جہاد فی سبیل للہ سے بھی انسانی حالات درست ہوجاتے ہیں اور رزق میں برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

ذکر اللہ، ادائے زکوۃ اور اہتمام نماز اور خوف آخرت:

قرآن نے فرمایا: رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب و الأبصار لیجزیھم اللہ احسن ما عملوا ویزیدھم من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔

یعنی صالحین تو وہ لوگ ہیں جن کو خدا کے ذکر کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے سے نہ تو سوداگری اور نہ ہی خرید و فروخت غافل کرتی ہے، وہ ڈرتے ہیں اس دن سے جب دل (خوف اور گھبراہٹ) کے سبب الٹ جائیں گے، آنکھیں (اوپر چڑھ جائیں گی) تاکہ اللہ رب العزت ان کو ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دیوے اور اپنے فضل سے زیادہ بھی کردیوے، اور اللہ رب العزت جسے چاہتے ہیں بے حساب رزق عطا فرماتے ہیں۔

برادران اسلام! ہماری زندگی کا مقصد دین اور تقوی عبادت اور ذکر اللہ نہ دنیا نہ مال نہ عیش و عشرت جیسا کہ قرآن کی یہ آیت بتارہی ہے یعنی تجارت و خرید و فروخت ان کو اللہ کے ذکر سے (جو مقصود موٴمن ہے) غافل نہیں کرتی۔

افسوس!!! اکثر اس زمانہ میں اکثر مسلمانوں نے تجارت کو مقصود اصلی بنالیا جس کے نتیجے میں محبت کے رشتے کمزور ہوگئے اور جھگڑوں اور فتنوں کا ایک عظیم طوفان برپا ہوگیا۔ ایک شاعر کا کہنا ہے۔

کل تک محبتوں کے چمن تھے کھلے ہوئے
دو دل بھی آج مل نہیں سکتے ملتے ہوئے

مگر آج کل اکثر مسلمانوں کی خصوصا مغرب زدہ اور یورپ سے متأثر تعلیم یافتہ لوگوں کے شب و روز حرکات وسکنات افعال و کردار اقوال و اعمال سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا ہی انہیں محبوب ہے اور وہی ان کا مقصود ہے مذہب کو یہ لوگ محض اس لئے اختیار کرتے ہیں تا کہ اس کے ذریعہ سے مصالح دنیا محفوظ رہیں باقی دین کو حیثیت سے اختیار نہیں کرتے اگر ایسا ہوتا تو دینی امور کو از خود اختیار کرتے اور انہی کو پسند کرتے دوسری قوموں یعنی یورپی اقوام کی تقلید نہ کرتے اور ان کی طرف نہ دیکھتے، پس ان لوگوں کی بڑی غلطی یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا کو اصل مقصود اور دین کو تابع فرما دیتے ہیں حالانکہ اس آیت میں لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ کے اسلوب سے صاف معلوم ہوتا ہے دنیا مقصود نہیں بلکہ دین ہی اصل مقصود ہے اگر دنیا مقصود ہوتی تو اللہ تبارک وتعالیٰ یوں فرماتے: لا یلھیھم ذکر اللہ عن التجارۃ و البیع یعنی ذکر اللہ کی مشغولیت ان کو تجارت سے غافل نہ کرتی لیکن اللہ نے یوں نہیں فرمایا بلکہ یوں فرمایا کہ تجارت ولا بیع عن ذکر اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقصود اصلی دین ہے۔ بات طول پکڑ گئی تو کہنا یہ مقصود ہے کہ جب انسان اپنے آپ کو دین کا پابند اور تابعدار بناتا ہے تو اس پہ رزق کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ اللہ نے اس آیت میں ایک قانون بیان کیا جو پابندی سے صوم وصلوۃ کرے، اور فریضۂ زکوۃ ادا کرے، اور اللہ سے ڈرتا رہے، تو اللہ ربّ العزت اس کو بہترین بدلہ دیتا ہے اور پھر آگے فرمایا:

ویزیدھم من فضلہ اور اپنے فضل سے اضافہ کرتا یعنی حلال رزق کی طرف، سیجزی سے اشارہ کیا اور زیادتی کی طرف ویزیدھم سے اشارہ کیا، کیوں کہ اس آیت میں اگر اس کے سیاق وسباق کو دیکھا جائے تو فضل سے مراد رزق ہونا چاہیے کیونکہ پہلے تجارت کا تذکرہ اور بعد میں واللہ یرزق من یشاء یعنی اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق عطا کردیوے کا تذکرہ بتا دیتا ہے کہ فضل سے مراد رزق ہوگا، اور آگے بڑھ کر میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ لا تلھیھم سے نماز اور زکوۃ میں اخلاص کی طرف اشارہ ہو کیونکہ مخلص کے مدنظر ہمیشہ آخرت ہوتی ہے اور قرآن کہتا: یخافون یوما یعنی وہ آخرت سے ڈرتے ہیں اور لیجزیھم پھر اس کے بعد ویزیدھم اور پھر آگے ویرزق من یشاء سے بے حساب برکت فی الرزق کی طرف اشارہ ہے اور اس کے نمونہ تاریخ میں عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبد الرحمن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں موجود ہے۔ جاری ہے۔۔۔۔۔!

مؤمن کے چار خزانے

مولانا اسماعیل نوساری

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال: اربع خلال إذا اعطیتھن فلا یضرك ما عزل عنك من الدنیا: حسن خلیقة، وعفاف طعمةٍ، وصدق حدیث، وحفظ امانة (صحیح، الأدب المفرد، حدیث نمبر 221)۔

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جب تمہیں وہ عطا کی جائیں تو پھر دنیا کی جو کوئی چیز بھی تم سے دور کر دی جائے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا:

1..حسنِ اخلاق 2.. پاکیزہ لقمہ 3..سچی بات 4..امانت کی حفاظت

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفا بھی مروی ہے اور خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے طور پر بھی نقل کی گئی ہے، دونوں کی سند صحیح ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ چار خصلتیں اللہ پاک عطا فرمادے تو وہ ایسا خوش نصیب انسان ہے کہ اگر دنیا کا بڑے سے بڑا نقصان بھی ہو جائے تو بھی اس کے ہاتھ سے کچھ گیا نہیں، کیوں کہ اس کے ہاتھ میں جو یہ چار خزانے آگئے ہیں ان کے برابر کوئی چیز نہیں اور ان کے ہوتے کوئی نقصان،

نقصان نہیں، یہ چاروں صفات ہم تمام کے لیے ہی بہت اہم ہیں کہ زندگی میں بارہا ایسے مواقع آتے ہیں کہ ایک طرف دنیوی فائدہ ہے اور دوسری طرف ان چاروں میں سے کوئی خزانہ، اب ایک کو اختیار کریں تو دوسرا ہاتھ سے چھوٹ جائے اور خاص طور پر جو حضرات تجارت، ملازمت وغیرہ دنیوی کاموں کے ساتھ براہِ راست وابستہ ہیں ان کے لیے تو دن میں کئی مرتبہ ایسے مواقع پیش آتے ہیں رہتے ہیں، لہٰذا ان چاروں صفات کا جو قیمتی خزانہ اور سرمایہ کی طرح ہے، اچھی طرح قدر و قیمت سمجھ لینی چاہیے اور کوئی بھی معاملہ کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز ہمارے ہاتھ سے جاسکتی ہے، لیکن ان میں سے کوئی چیز ہم نہیں چھوڑ سکتے، یہی تو ہمارا سرمایہ اور پونجی ہے، جب تک سرمایہ باقی ہے نفع حاصل کیا جاسکتا ہے، لیکن جب سرمایہ ہی ضائع ہو جائے تو پھر آدمی کہیں کا نہیں رہتا۔

پہلا خزانہ......حسن اخلاق

حسن اخلاق ہی مؤمن کا امتیاز ہے، جس طرح درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح انسان اپنے اخلاق سے پہچانا جاتا ہے، نبی کریم ﷺ کی بعثت ہی حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے ہوئی ہے اور حدیث شریف کی رُو سے اللہ تعالیٰ کے پاس حسنِ اخلاق کا ایک خزانہ ہے، جب اللہ پاک کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کو اس خزانے میں سے نوازتے ہیں، جب آدمی ایک معاشرہ اور سماج میں زندگی گذارتا ہے تو مختلف لوگوں سے اس کی ملاقات اور معاملات ہوتے ہیں اور ہر انسان کی طبیعت و مزاج جداگانہ ہوتا ہے، لہٰذا خلافِ طبیعت بہت سے اُمور پیش آتے ہی رہتے ہیں کسی کے سلوک سے تکلیف ہوتی ہے تو کسی کی زبان سے دل زخمی ہو جاتا ہے اور اگر انسان تاجر یا ملازم ہو تو ہزار طبیعت کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، دکانوں اور دفتروں میں بدمزاج، تندخو اور بدذوق لوگ بھی آتے ہیں، جو قیمتی چیزوں کو پانی کے بھاؤ مانگتے ہیں یا بہتر سامان کی جھوٹی برائی کر جاتے ہیں، مالیات کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے والے بھی ہوتے ہیں، وعدہ کر کے خلاف ورزی کرنے والوں کی بھی کمی نہیں، ان سب حالات میں حسنِ اخلاق کا دامن تھام کر رکھنا اپنے آپ کو بداخلاقی و بدزبانی سے باز رکھنا بڑی ہمت کا کام ہے، نیز تجارت کی دنیا سے وابستہ حضرات جانتے ہیں کہ بازار میں وہ تاجر کامیاب ہوتا ہے جو اپنے گاہکوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتا ہے، اسی کی نیک نامی اور شہرت ہوتی ہے، ماہرین معیشت انہیں اُصولوں کو بیان کرتے ہیں اور ان پر عمل کر کے بہت سے غیر مسلم تاجر فائدہ اٹھاتے ہیں اور ہم آپ ﷺ کے نام لیوا آپ کی تعلیمات سے بے بہرہ ہو رہے ہیں (الا ماشاء اللہ) اور دنیا و آخرت کا نقصان اٹھا رہے ہیں اور معلم انسانیت ﷺ نے صرف زبانی تعلیمات پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ہمارے سامنے حسن اخلاق کے بہترین عملی نمونے پیش کیے، چناں چہ بخاری شریف میں روایت ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چلتا ہوا جا رہا تھا اور آپ ﷺ کے بدنِ مبارک پر موٹی دھاری والی نجران کی بنی ہوئی چادر تھی، پیچھے سے ایک دیہاتی آیا اور بہت زور سے چادر پکڑ کر کھینچی، یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے کندھے کے کنارے پر دیکھا کہ زور سے کھینچنے کی وجہ سے نشان پڑ گیا، پھر اس دیہاتی نے کہا: اللہ کا جو مال آپ ﷺ کے پاس ہے اس میں سے مجھے کچھ دینے کا حکم کرو۔ (اتنا سخت رویہ اور لہجہ اختیار کرنے کے باوجود) آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے، مسکرائے اور پھر اس کو کچھ مال دینے کا حکم بھی فرمایا۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر 3149)

دوسرا خزانہ......پاکیزہ لقمہ

دوسری چیز جس کی طرف نبی پاک ﷺ نے خاص توجہ دلائی وہ حلال، طیب اور پاکیزہ روزی ہے، ایک مؤمن کی زندگی میں حلال روزی کا مسئلہ انتہائی اہمیت رکھتا ہے، وہ اس بات کو گوارا نہیں کرسکتا کہ حرام کا ایک لقمہ بھی اس کے حلق سے نیچے اتر کر اس کے جسم کا حصہ بنے، اس لیے کہ جو لقمہ پیٹ میں جاتا ہے اس کے زندگی پر اور اعمال پر بڑے اثرات ہوتے ہیں، اگر حلال و طیب رزق پیٹ میں جا رہا ہے تو اچھے اعمال کی توفیق گویا لازم ہے اور اگر حرام لقمہ جا رہا ہے تو اعمال صالحہ سے محرومی یا قبولیت سے محرومی لازم ہے، شریعت مطہرہ میں حلال رزق کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور حرام سے نہ بچنے پر سخت وعید سنائی گئی ہے اور حرام رزق کے ہر سبب پر پابندی لگائی ہے ایک روایت میں فرمایا کہ "جس شخص نے سود کا ایک درہم کھایا تو 33 مرتبہ زنا کرنے کے برابر ہے اور جس کا گوشت حرام مال سے پلا بڑھا تو وہ آگ کا ہی زیادہ مستحق ہے۔" (مجمع الزوائد: 5/214)

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ حمید الرحمن قریشی، کراچی والے مولوی صاحب، جامعہ اسلامیہ فاروقیہ، سیکٹر ۹، نارتھ کراچی۔ کراچی پاکستان

لہٰذا ایک مؤمن کو اپنی آمدنی کے ذرائع پر خوب غور کر لینا چاہیے کہ کہیں سے دانستہ یا نادانستہ طور پر حرام اس میں شامل نہ ہو جائے، ہر ایسے معاملے سے اپنے آپ کو دور رکھے جس میں حرام یا حرام کا شبہ ہو، اگر چہ دنیوی اعتبار سے اس میں کتنا ہی نفع نظر آتا ہو لیکن اگر وہ حرام ہے یا مشتبہ ہے تو اس کو بے خوف چھوڑ دے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ دنیوی نفع تمہارے ہاتھ نہیں بھی آیا تو تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا، یقین رکھو کہ رزق دینے والا اللہ ہے، وہ حلال کا ایسا انتظام کرے گا کہ تمہارے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، پس جو کوئی آدمی ان مشتبہ چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے گا وہ اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لے گا اور جو کوئی ان مشتبہ چیزوں کو اختیار کرے گا وہ حرام تک پہنچ جائے گا۔ (مسلم:1599)

اگر یہ حرام کا معاملہ ختم ہو جائے تو معاشرے سے ظلم کا خاتمہ ہو جائے، کسی غریب کا خون نہ چوسا جائے، کسی حق دار کا حق نہ مارا جائے اور پورا معاشرہ امن وچین کے ساتھ سکون بھری زندگی گزار سکے گا اور یہی ہمارے مشفق ومہربان خلاق کی چاہت ہے، اب جو انسان اس کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ منشا خداوندی میں رخنہ اندازی کی کوشش کر رہا ہے، پھر بھلا وہ انسان چین سکون کیسے پا سکتا ہے؟ وہ قربِ خداوندی کے درجات کیسے طے کر سکتا ہے؟ وہ بارگاہِ خداوندی میں مقبولیت کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ مؤمن کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

اے طائرِ لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

یہ دوسرا خزانہ ہے، جس کی حفاظت مؤمن کے لیے بہت ضروری ہے کہ کسی بھی قیمت پر اس کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوٹنے دے۔

تیسرا خزانہ...... سچی بات

تیسری چیز جو ایک مؤمن کا سرمایۂ افتخار اور وصف امتیازی ہے سچی بات ہے، صداقت اور راست بازی ہی وہ چیز ہے جو انسان پر اعتماد اور بھروسہ کو بحال رکھتی ہے، جھوٹا آدمی معاشرہ میں بے اعتماد اور بدنام ہو جاتا ہے، کسی معاملہ میں لوگ اس پر بھروسہ نہیں کرتے، ایک مؤمن کی زندگی میں بار بار ایسے مواقع آتے ہیں جب سچ بولنے پر بظاہر اس کا کوئی نقصان ہوتا ہے اور جھوٹ بولنے سے فائدہ کی توقع ہوتی ہے، یہ امتحان کا موقع ہوتا ہے، ایسے موقع پر مؤمن کا کردار یہ ہے کہ وہ ظاہری نقصان کو برداشت کر لیتا ہے، لیکن یہ قیمتی خزانہ اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، مسلمان تاجر اور دکان دار کو چاہیے کہ اپنے سامان کی جھوٹی تعریف ہرگز نہ کریں، اس میں اگر عیوب ہیں تو بتا دے، قیمت بتانے میں دروغ گوئی سے ہرگز کام نہ لیں، پرانے کو نیا اور باسی کو تازہ کہہ کر نہ بیچیں، نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد پر ہمارا یقین ہے کہ سچ بالآخر نجات دلا کر جنت تک پہنچائے گا اور جھوٹ بالآخر ہلاک کر کے جہنم تک پہنچائے گا۔

چوتھا خزانہ...... امانت داری

مؤمن کا بنیادی وصف امانت داری ہے، ایمان اور امانت الگ نہیں ہو سکتے، آپ ﷺ اکثر اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے تھے: ”لا إيمان لمن لا أمانة له“ (مسند البزار: 13/439) ”اس شخص کا ایمان ہی نہیں جس میں امانت داری نہ ہو“ امانت داری کا مفہوم بہت وسیع ہے، اللہ کے حقوق کے بارے میں امانت داری ہو یا بندوں کے حقوق کے بارے میں، جسمانی اُمور میں ہو، مالی معاملات میں ہو یا کسی کے راز کی امانت ہو، مؤمن ان میں سے کسی معاملے میں خیانت نہیں کرتا، لہٰذا ہر مؤمن کو چاہیے کہ خیانت سے اپنے آپ کو بچائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (الانفال: 27) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی امانت میں خیانت نہ کرو اور نہ اپنی آپسی امانتوں میں خیانت کرو جب کہ تم جانتے بھی ہو۔“

خلاصہ یہ کہ یہ چار صفات حسن اخلاق پاکیزہ لقمہ سچی بات امانت داری، چار قیمتی خزانے ہیں اور مؤمن کے امتیازی اوصاف ہیں، مؤمن کسی بھی صورت میں ان سے دست بردار نہیں ہو سکتا، ہمیشہ ان چاروں اوصاف کو اپنی زندگی میں پیش نظر رکھنا چاہیے، اگر یہ چیزیں موجود ہیں تو پھر کوئی بھی دنیوی نقصان، نقصان

نہیں اور اگر خدانہ خواستہ ان چیزوں پر دنیوی منافع کو ترجیح دی گئی تو پوری دنیا کی دولت مل کر بھی اس نقصان کی تلافی نہیں کرسکتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان اوصاف سے آراستہ ہوکر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

اسلام میں پڑوسیوں کے حقوق

مفتی محمد عبداللہ قاسمی

اللہ تبارک وتعالی نے بندوں کے جو باہمی حقوق متعین کیے ہیں ان میں سے ایک پڑوسی اور ہمسایہ کا بھی حق ہے، پڑوس اور ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے ساتھ اچھے اور نرم اخلاق سے پیش آنے کی قرآن وسنت میں بہت سی جگہوں پر تاکید کی گئی ہے اور ان سے کسی قسم کا بغض رکھنے اور ان کو ایذا وتکلیف پہنچانے کو منافی ایمان قرار دیا گیا ہے، اور چاند سورج کی طرح یہ ایک سدا بہار حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور رنج وغم میں ان کا ساتھ دینے کی جو ترغیب وتحریض شریعت مطہرہ نے دی ہے اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے سے نہ صرف محدود اور جزوقتی فائدہ ہوگا؛ بلکہ اس پر وسیع اور عالمگیر مثبت اثرات مرتب ہوں گے، ہمسایہ کے حقوق ادا کرنے سے ایک طرف معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ اور باہمی الفت ومحبت کی تصویر ہوگا تو دوسری طرف یہ دعوت دین اور اشاعت اسلام کا بھی ایک بہترین اور مضبوط اسٹیج ثابت ہوگا۔

پڑوسی صرف وہ نہیں ہے جس کا گھر ہمارے گھر سے متصل اور ملا ہوا ہو، بلکہ اس کے ساتھ پڑوسی کے مفہوم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کا گھر ہمارے گلی کوچہ میں ہو اور ہمارے گھر سے قریب ہو، نیز وہ شخص بھی ہمارا پڑوسی اور ہمسایہ ہے جو تھوڑی دیر کے لیے ہمارا ہم نشیں اور مصاحب ہوگیا ہے، مثلا بس، ٹرین اور ہوائی جہاز میں چند گھنٹوں کے لیے جو ہمارے ساتھ ہے وہ بھی ہمارا پڑوسی ہے اور اس کے ساتھ اچھے اور عمدہ اخلاق سے پیش آنا ہمارا شرعی ودینی فریضہ ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، یہودی ہو کہ عیسائی، پہلی قسم کے پڑوسی کو جار قریب اور دوسرے کو جار جنب اور تیسرے کو صاحب بالجنب کہتے ہیں، قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء: 36)

اے لوگو! تم اللہ ہی کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ، رشتہ دار، یتیم، مسکین، قریبی پڑوسی، اجنبی پڑوسی اور پاس کے رفیق مسافر اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطر بیز دہن سے نکلے ہوئے ارشادات وفرامین سے محدثین وفقہاء نے چمنستان شریعت ترتیب دیا ہے، ان میں سے پھولوں کا وہ گلدستہ پیش کیا جاتا ہے جو پڑوسی اور ہمسایہ کے حقوق سے متعلق ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام پڑوسی کے بارے میں ہمیں برابر وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے یہ خدشہ ہونے لگا کہ اللہ تبارک وتعالی اس کو وارث بنادیں گے۔ (بخاری، حدیث نمبر: 953) حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہمسایہ کا اکرام کرے۔ (ابن ماجہ، حدیث نمبر: 7677)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا: کون اے اللہ کے رسول؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جس کی اذیتوں سے اس کا پڑوسی مامون نہ رہتا ہو۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑوسی کی شکایت لے کر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا سامان لے کر راستہ پر آجاؤ، راوی کہتے ہیں کہ لوگ راستے سے گزرتے اور پورا واقعہ سن کر پڑوسی کو تکلیف پہنچانے والے شخص پر لعنت کرتے، شدہ شدہ یہ خبر اس شخص تک پہنچی، وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! مجھ سے کیا جرم سرزد ہوا ہے کہ لوگ مجھ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے لعنت بھیجنے سے پہلے اللہ نے تجھ پر لعنت کی ہے، اس شخص نے پڑوسی کو تکلیف نہ دینے کا وعدہ کیا، پھر وہ شخص آیا جو پڑوسی کے ظلم سے دوچار تھا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا سامان راستے سے ہٹا لو، اب تم مامون ومحفوظ ہو۔ (کنزالعمال، حدیث نمبر: 2551)

ایک روایت میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: جس نے پڑوسی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جو اپنے پڑوسی سے لڑا وہ مجھ سے لڑا، اور جو مجھ سے لڑا وہ اللہ سے لڑا۔ (کنز العمال، حدیث نمبر: 9675) ایک روایت میں ہے: ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! فلاں عورت بہت زیادہ نمازیں پڑھتی ہے اور روزے رکھتی ہے، لیکن اس کے ساتھ وہ اپنے پڑوسی کو اپنی زبان سے تکلیف بھی پہنچاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ عورت جہنمی ہے۔ پھر اس نے ایک دوسری عورت کا ذکر کیا کہ فلاں عورت نہ زیادہ روزے رکھتی ہے، نہ زیادہ نمازیں پڑھتی ہے لیکن وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ عورت جنتی ہے۔ (مسند احمد، حدیث نمبر: 9675)

چوں کہ احادیث شریفہ میں متعدد مقامات پر پڑوسی اور ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے ساتھ اچھائی سے پیش آنے کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہے، اسی لیے علمائے کرام نے پڑوسی اور ہمسایہ کے حقوق تفصیل سے ذکر کیے ہیں، اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

پڑوسی کی خبر گیری کرنا

پڑوسی اور ہمسایہ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کی خبرگیری کی جائے، اس کے خورونوش کا خیال رکھا جائے، جب اچھا کھانا بنائے تو اس کے گھر بھیجا جائے، چناں چہ روایتوں میں آتا ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: وہ شخص مومن نہیں ہے جو شکم سیر ہو کر کھاتا ہو اور اس کا ہمسایہ بھوکا رات گزارتا ہو۔ (بیہقی، حدیث نمبر: 1960) بلکہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی اور ہمسایہ کے گھر کھانا بھیجنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص گوشت پکائے تو اس میں شوربہ زیادہ کر دے اور کچھ پڑوسیوں کے یہاں بھجوا دے۔ (الادب المفرد، حدیث نمبر: 40)

عورتوں کے اندر چوں کہ نکتہ چینی اور عیب جوئی کا مرض پایا جاتا ہے، اسی لیے دوسری طرف آپ ﷺ نے اس بات کی بھی تاکید کی کہ اگر پڑوسی اور ہمسایہ کی طرف سے کوئی ہدیہ آئے، خواہ وہ کم قیمت اور معمولی ہی کیوں نہ ہو، اس کو حقیر اور کمتر نہ سمجھا جائے اور اس میں کسی قسم کا عیب نہ نکالا جائے، بلکہ ہمسایہ کا شکریہ ادا کیا جائے اور اس کی عزت افزائی کی جائے، چناں چہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: اے مسلمان عورتوں! کوئی عورت کسی پڑوسی کے ہدیہ کو ہرگز حقیر نہ سمجھے، اگرچہ وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری، حدیث نمبر: 6017)

پڑوسی کی خیر خواہی کرنا

ہمسایہ کا ایک یہ بھی حق ہے کہ دکھ اور پریشانی میں اس کا ساتھ دیا جائے، بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے، ہمسایہ کا اگر کوئی عزیز یا رشتہ دار فوت ہو جائے تو اس کی تعزیت کی جائے اور اس کو تسلی دی جائے، اگر وہ قرض مانگے تو قرضہ دیا جائے، قرض کی ادائیگی کے لیے مہلت مانگے تو مہلت دی جائے، اگر اللہ تعالی نے مالی وسعت دی ہے تو قرض کی رقم معاف کر دی جائے، آپ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر پڑوسی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو، انتقال ہو جائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ، قرض مانگے تو قرض دو، کوئی مصیبت پہنچے تو اس کو تسلی دو اور اپنی عمارت اتنی بلند نہ کرو کہ وہ اس کے لیے ہوا کو روک دے۔ (مجمع الزوائد، حدیث نمبر: 13545)

پڑوسی کے عیوب کی پردہ پوشی

ہمسایہ اور پڑوسی سے چوں کہ اختلاط اور میل جول زیادہ ہوتا ہے اور مکان قریب ہونے کی وجہ سے اس کے اخلاق وعادات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا ہے، اس لیے بسا اوقات انسان اپنے پڑوسی کے عیوب ونقائص سے واقف ہو جاتا ہے اور اس کی اخلاقی کمزوریاں اس کے علم میں آجاتی ہیں، ایسے وقت اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اس کے عیوب ونقائص پر پردہ ڈالا جائے اور دوسروں کے سامنے اس کو بیان کرنے سے گریز کیا جائے، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: تین مصیبتیں کمر کو توڑنے والی ہیں: ایک ایسا بادشاہ جو رعایا کا شکریہ ادا نہ کرے اور ان سے غلطی ہو جائے تو معاف نہ کرے، دوسرا وہ پڑوسی کہ اگر تمہارے اندر کوئی بھلائی دیکھے تو اس کو دفن کر دے، برائی دیکھے تو لوگوں کے سامنے بیان کرتا پھرے، تیسری وہ بیوی جو شوہر کے مال کی حفاظت نہ کرے۔ (طبرانی، حدیث نمبر: 824)

پڑوسی کی تعلیم

پڑوسی اگر دین کے بنیادی احکام سے ناآشنا ہے تو اس کو دین کی بنیادی باتیں بتانا اور ان کی حتی الوسع صحیح تربیت کرنا بھی پڑوسی کا حق ہے، ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ہوگیا ہے ان لوگوں کو جو اپنے پڑوسیوں کو تعلیم نہیں دیتے ہیں، اور دین نہیں سکھاتے ہیں، (معارف الحدیث: 6/313)

پڑوسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا

پڑوسی اور ہمسایہ کے ساتھ اختلاط اور میل جول کے مواقع زیادہ آتے ہیں، شب و روز میں کئی بار ایک دوسرے کا سامنا ہوتا ہے، اس لیے اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ ہمارے کسی قول و فعل سے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچے، ہمارا کوئی رویہ اور حرکت اس کی دل آزاری کا باعث نہ ہو، آپ ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے۔

پڑوس کے بچوں کے ساتھ شفقت و ہمدردی

بچے گلستان انسانیت کا شگفتہ پھول ہوتے ہیں، ان کی کھلکھلاتی ہوئی ہنسی دلوں کو فرحت و تازگی بخشتی ہے، ان کے نرم و گداز جسم اور شرارتی چہرے میں اللہ تبارک و تعالی نے ایک عجیب قسم کی کشش اور مقناطیسیت رکھی ہے، اس لیے پڑوس کے بچوں کے ساتھ شفقت و ہمدردی رکھنا اور ان کی معصومانہ شرارتوں کو درگزر کرنا بھی پڑوسی کا حق ہے، پڑوس کے بچے اگر گھر میں آئیں تو ان سے اچھائی سے پیش آنا اور گھر میں جو کھانے پینے کی چیز ہو اس کو تھما دینا باہمی محبت و الفت کا ذریعہ ہے۔ پڑوسیوں کے جو حقوق درج بالا سطور میں ذکر کیے گئے ہیں ان حقوق کو اگر ہر مسلمان ادا کرنے کی فکر کرے، اور اپنی عملی زندگی میں ان چیزوں کو برتے تو ان شاء اللہ نہ صرف ایک صالح، خوش گوار اور مثالی معاشرہ وجود میں آئے گا؛ بلکہ اس سے برادران وطن کو بھی اسلام اور مسلمانوں کے حوالہ سے ایک اچھا اور مثبت پیغام جائے گا اور عجب نہیں کہ وہ متاثر ہو کر اسلامی تعلیمات و ہدایات کا مطالعہ کریں اور اس کے محاسن و خوبیوں کا اعتراف کر کے دامن اسلام میں پناہ لینے پر مجبور ہوں۔

خواتین اسلام

ایک بیوی کا اپنے شوہر کو تسلی دینا

مولانا محمد حبیب الرحمن حامی ماہنامہ الفاروق

حدیث میں واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کا چھے سات برس کا بڑا ہونہار بچہ بیمار ہوا، اس زمانے کے مطابق دوا وغیرہ کی گئی، مگر بچہ اچھا نہ ہوا، ادھر حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کو اچانک سفر پیش آیا تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا میرا جانا ضروری ہے اور بچے کی حالت ایسی ہے، لہٰذا تم اچھی طرح اس کا علاج کروانا، میں جلدی آجاؤں گا۔

یہ فرما کر حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ چلے گئے اور جب آنے کا دن ہوا تو بچہ کا انتقال ہوگیا، آپ رضی اللہ تعالی عنہ گھر میں تشریف لائے تو بیوی نے دانش مندی، دیانت داری اور ہوشیاری سے کام لیا (ورنہ آج کی طرح کوئی بیوی ہوتی رونا شروع کر دیتی، مگر وہ دانش مند خاتون تھیں) اس لیے حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کے آنے کا وقت ہوا تو اپنے آپ کو سنبھالا اور صورت ایسی بنائی کہ کسی غم کا اظہار نہیں ہو رہا تھا اور بچہ کو اندر لٹا دیا، اس کی لاش پر چادر ڈال دی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ آئے تو (جیسے عرب کا دستور) بیوی نے بڑھ کر استقبال کیا، مصافحہ کیا اور اپنے شوہر کا ہاتھ چوما۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ نے آتے ہی پوچھا بچہ کہاں ہے؟ کہا الحمد للہ! خدا کا شکر ہے عافیت میں ہے اور بڑی خیر سے ہے (یہ جھوٹ بھی نہیں ہے کیوں کہ عافیت سے مراد انہوں نے اخروی عافیت لی ہے) انہوں نے اس جملہ کو سن کر اطمینان کا سانس لیا، پھر بیوی نے ان کے ہاتھ دھلائے، کھانا کھلایا، اس لیے کہ اگر آتے ہی صدمہ کی خبر سنا دیتی تو ان پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا، کھانا کھلاتے کھلاتے کہا میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتی ہوں، بتلائیے اس میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ فرمایا پوچھو! تو بیوی نے کہا اگر کوئی شخص ہمارے پاس امانت رکھوائے اور اس کی میعاد مقرر کرے کہ اتنے سال یا اتنے دن کے لیے رکھواتا

ہوں، مقررہ میعاد کے بعد واپس لے لوں گا تو شریعت کا اس مسئلے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: اس کا حکم ظاہر ہے کہ اس کو ٹھیک وقت پر ادا کرنا چاہیے (بیوی نے کہا) اگر امانت کے ادا کرتے ہوئے دل گھٹنے لگے اور دل نہ چاہے؟ فرمایا دل نہ چاہنے کا مطلب کیا ہے؟ چیز دوسروں کی ہے، اس کو وقت پر لوٹا دینا لازم ہے، بیوی نے کہا کہ جب ایسا مسئلہ ہے تو سن لیجیے، ہمارا بچہ ہمارے پاس خدا کی امانت تھا، اللہ تعالیٰ نے سات سال کے لیے دیا تھا، آج اس امانت کو اللہ نے واپس لے لیا ہے، لہٰذا ہم کو اس بچہ کے وصال پر گھٹنے کا کوئی حق نہیں تو شوہر نے اپنی بیوی کے اس عمل سے خوش ہو کر دعا دی۔

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کا بھی ہے کہ انہوں نے تو اپنے بچہ کے وصال کی اطلاع شوہر کے آنے کے بعد رات گزار کر صبح کے وقت دی، اس پر ان کے شوہر خوش ہوئے اور اس حسنِ سلوک کو سرکار دو عالم ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اس رات جماع کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم دونوں میں برکت دے۔ (بخاری، 1 / 173، باب من لم یظھر حزنہ عند المصیبۃ)

ہماری مائیں بہنیں اس واقعہ سے سبق حاصل کریں، اپنے اندر ایسا جذبہ پیدا کریں کہ شوہر کو ہر معاملہ میں تسلی دینے والی بنیں، خاص طور پر مصائب وحالات کے وقت تسلی دیا کریں۔

شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا، آپ ﷺ نے فرمایا جب عورت کا شوہر اس کے پاس موجود ہو تو وہ اس کی بغیر اجازت نفلی روزہ نہ رکھے۔ (بخاری 2 / 782، باب صوم المرأۃ باذن زوجھا تطوعا) اس حدیث پاک میں شوہر کے حقوق ادا کرنے کی طرف نظر رکھی گئی ہے، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ اچانک شوہر کوئی کام بتادے یا کوئی ضرورت کا تقاضا کرے یا کچھ اور بھی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں، ان تمام وجوہات کی طرف نظر رکھتے ہوئے پیارے رسول ﷺ نے روزہ نفلی کو اجازت کے ساتھ رکھنے کا حکم فرمایا ہے، غور کا مقام ہے کہ یہاں پر شوہر کی اطاعت وفرماں برداری کی کس قدر عظمت معلوم ہوتی ہے کہ خاوند کا خیال رکھتے ہوئے دینی امور اور معبودِ حقیقی کی عبادت (فرائض کے علاوہ) میں تخفیف کرنے کا حکم دیا گیا ہے، فرض نمازوں میں بھی لمبی لمبی سورتیں تلاوت کرنے سے منع کیا گیا ہے، تا کہ خاوند کو تکلیف نہ ہو، یاد رہے کہ نفل روزہ وغیرہ کو خاوند کی اجازت پر جو موقوف رکھا گیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خواتین حتمی و مستقل طور پر نفل عبادت ہی نہ کریں، بلکہ وہ شوہر کی اجازت سے نوافل کو ادا کرسکتی ہیں، مقصود شوہر کی اطاعت ہے اور نافرمانی اور ناشکری سے بچنا ہے، یہ الگ بات ہے کہ بیوی اگر شوہر سے اس طرح کے نفل عمل کرنے کی اجازت طلب کرنے تو عموماً انکار نہیں کرتے، بلکہ خوش ہو کر اجازت دیتے ہیں۔

اپنی خواہش کے لیے کسی کو طلاق نہ دلوائیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت (کسی شخص سے) اپنی (دینی) بہن کے بارے میں یہ نہ کہے کہ اس کو طلاق دے دو اور اس عورت کو طلاق دلوانے کا مقصد یہ ہو کہ وہ اس کے پیالہ کو خالی کردے (یعنی اس کو طلاق دلوا کر اس کے سارے حقوق خود سمیٹ لے اور اس سے خود نکاح کرلے) کیوں کہ اس کے لیے وہی ہے جو اس کے مقدر میں لکھا جاچکا ہے۔ (صحیح بخاری 2 / 774، باب الشروط لا تحل فی النکاح)

یعنی اپنی نفسیات کی خاطر محض تکمیل لذات کے لیے، سابقہ منکوحہ کو طلاق دلانا بڑی غلط اور معیوب بات ہے، مقدرات میں اللہ تعالیٰ نے جو لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہتا ہے، اس طرح کی حرکات اور نظریات سے طرح طرح کے حالات پیش آتے ہیں، آباد گھر برباد ہوسکتا ہے اور کسی بھی بہن کے ساتھ ایسا معاملہ برتنے سے کیا ملے گا؟ اس لیے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن وہی ہے جو اپنے بھائی کے لیے وہی چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔ (مسلم 1 / 50، باب الدلیل ان من خصال الایمان......)